بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

امسال حالات کے بعض اہم پہلوؤں کا لحاظ کرتے ہوئے جماعت اسلامی کی مجلسِ شوریٰ کے فیصلے کے مطابق کل پاکستان سالانہ اجتماع کے بجائے بہاولپور، کراچی، ملتان، گوجرانوالہ اور لائل پور میں حلقہ وار سالانہ اجتماعات منعقد کیے جا رہے ہیں۔ ان سطور کے قلمبند کرنے تک حلقۂ بہاولپور، حلقۂ سندھ، حلقۂ ملتان اور حلقۂ راولپنڈی کے اجتماعات بخیر و خوبی انجام پا چکے ہیں گوجرانوالہ اور لائل پور کے اجتماعات ابھی باقی ہیں۔ حلقۂ لاہور کے اجتماع کے لئے ابھی تاریخوں کا اعلان نہیں ہوا۔

اب تک جو اجتماعات ہو چکے ہیں، یہاں مختصراً ان کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ان اجتماعات کے ساتھ جو جلسہ ہائے عام ہوئے ہیں، وہ حاضری کے اعتبار سے بہت ہی بڑے جلسے تھے۔ چنانچہ بہاول پور اور ملتان میں تو عام شہادت یہی تھی کہ اس معیار کے جلسے دونوں مقامات کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں، کراچی میں امیر جماعت کے افتتاحی خطاب کو سننے کیلئے اتنے لوگ آئے کہ خالق دینا ہال مع اپنے برآمدوں کے پوری طرح بھر گیا تھا۔ پھر جہانگیر پارک کے جلسوں میں تو حاضری بہت ہی زیادہ تھی۔ جلسہ گاہ کی روشنیوں کی شعاعیں جہاں تک پھیل سکتی تھیں، بندگانِ خدا صف بستہ بیٹھے نظر آتے تھے۔ ہمارے جلسوں کے حاضرین کی اکثریت ہر جگہ سنجیدہ و صالح لوگوں پر مشتمل تھی اور اس لحاظ سے یوں سمجھئے کہ سوسائٹی کا پورا مکھن جماعت اسلامی کی دعوت کو سننے کے لئے جمع ہوتا رہا ہے۔

ہمارے سامعین میں حکومت کے بڑے بڑے عہدے دار بھی تھے۔ عام ملازمین بھی تھے، ادیب شعرا اور صحافی بھی تھے، علمائے دین اور سیاسی کارکن بھی تھے، جج اور وکلا بھی تھے، مزدور اور کسان بھی تھے۔ بڑے بڑے تاجر اور خوانچہ فروش بھی تھے، اور عربی مدارس اور کالجوں کے طلبہ اور اساتذہ بھی تھے۔ سوسائٹی کا کوئی طبقہ ایسا نہیں تھا جس کا صالح عنصر جماعت اسلامی کی دعوت پر کھنچ کر نہ آگیا ہو۔

پھر یہ بات ہمارے لئے بہت ہی حوصلہ افزا ہے کہ ہمارے سامعین نے ہر جگہ انقلاب ذوق کی عملی شہادت پیش کی ہے۔ انہوں نے وقت کی پابندی کرکے ہمارے ساتھ تعاون کیا، انہوں نے خشک تقاریر کو، جن میں صرف ٹھوس مواد تھا اور لطیفہ گوئی نہ تھی، پورے صبر و سکون سے سنا وہ تین تین چار چار گھنٹے کی نشستوں میں کسی انتشار کے بغیر جم کے بیٹھے رہے، انہوں نے جلسوں کی فضا کی سنجیدگی اور خموشی کو قائم رکھنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور انہوں نے جماعت کے نظم کا پورا پورا احترام کیا۔ عوام کے اس طرز عمل نے ہماری ہمتوں میں بہت اضافہ کیا ہے۔

جماعت کی یہ ایک بہت ہی بڑی کامیابی ہے کہ اس نے اپنے اجتماعات کے ذریعے عوامی ذہن کی نئی تربیت کا جو کام شروع کیا تھا اس کے اثرات اب نمایاں طور پر محسوس کیے جا رہے ہیں جس قوم کو سالہا سال سے ہلڑ بازی کی تعلیم دی جاتی رہی ہے، آج وہی قوم نظم اور سنجیدگی کا مظاہرہ کر رہی ہے، اور وہ قوم جسے ایک عرصہ دراز سے دل خوش کن لفاظی کی چاٹ ڈالی گئی تھی اور جسے ہنگامہ پرور نعرہ بازی کا چسکا لگ چکا تھا، آج وہی ہے کہ ٹھوس تقاریر کو چار چار گھنٹے بیٹھ کے سنتی ہے اور ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ ہماری تربیتِ عوام Nation Building کی چند سالہ کوششوں کا ایک نمایاں نتیجہ یہ ہے کہ نہ صرف ہمارے جلسوں میں اٹھک بیٹھک اور آمد و رفت کی وجہ سے کوئی انتشار نہیں ہوتا بلکہ شروع سے آخر تک ایک ایسی خاموشی جاری رہتی ہے جسے انگریزی زبان میں (PIN-DROP-SILENCE.) کہا جاتا ہے۔ علاوہ بریں ہماری دعوت پر آنے والے جلسہ گاہوں میں ناظمین اور صدر مجلس کی ہدایات کی پابندی جس ذوق و شوق سے

کرتے ہیں، ہمارے دلوں میں اس کی بھی خاص قدر ہے۔ خصوصیت سے کراچی کے حاضرینِ جلسہ نے تو اس معاملے میں ایک قابلِ یادگار مثال قائم کی ہے۔ جلسہ کے خاتمہ کا اعلان کرنے کے لئے امیرِ جماعت آخری کلمات کہہ رہے تھے کہ لوگ اٹھنے لگے۔ اس پر امیر جماعت نے حاضرینِ جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرات! جماعت اسلامی نے نظم کا جو معیار قائم کیا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک آپ کو جانے کے لئے کہا نہ جائے، آپ اپنی جگہوں سے نہ ہلیں۔ براہ کرم ایک منٹ کیلئے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ جایئے۔ چنانچہ جلسوں کی تاریخ میں یہ واقعہ بالکل انوکھا تھا کہ چلتے ہوئے لوگوں کے قدم اپنی اپنی جگہوں پر رک گئے اور جو آدمی جہاں کھڑا تھا، وہیں بیٹھ گیا۔ اس حیرت انگیز واقعہ پر بعض اصحاب نے براہِ راست ہم سے مل کر تعجب کا اظہار کیا۔ درحقیقت یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جماعت اسلامی کی دعوت اب دلوں پر حکمراں ہو رہی ہے، اور یہ دعوت جب اللہ کے دین کی دعوت ہے تو اس کا حق بھی یہی ہے کہ دلوں پر حکمراں ہو۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک!

ان اجتماعات سے جماعت کے داخلی نظم کے بارے میں جو اندازہ ہوسکا ہے، وہ یہ ہے کہ بحمداللہ ہمارے ارکان اور ہمدردوں میں جماعت کی پالیسی کے بارے میں کوئی انتشار موجود نہیں ہے، بلکہ نصب العین کے شعور کے ساتھ ساتھ طریقِ کار اور حکمتِ عملی پر کامل اتفاق کارفرما ہے۔

گذشتہ سال کے مقابلے میں کام کا دائرہ بہت وسیع ہو جانے کے سبب جماعت کے ہر رکن کے کندھے پر ذمہ داریوں کا بوجھ پڑ گیا ہے اور جب ان ذمہ داریوں کو پیشِ نظر رکھ کے ہم اپنے ارکان کی اخلاقی حالت اور ان کی سرگرمئ کار کا اندازہ کرتے ہیں تو ان کی گوناگوں کوتاہیوں کے باوجود ہم ان کو اس قابل پاتے ہیں کہ ان سے زیادہ وسیع امیدیں وابستہ کریں۔

کام کی وسعت جس رفتار سے بڑھ رہی ہے، اُسی کے مطابق ہمارے ارکان پر انفاقِ مال و وقت کی ذمہ داریاں بھی بڑھ رہی ہیں۔ بیشتر ارکان انفاقِ مال و وقت کا حق بساط بھر ادا کر رہے ہیں اور اگر اسی چیز کو تعلق باللہ کا معیار مانا جائے تو بہ حیثیت مجموعی جماعت نے اس معاملے میں بھی خاصی ترقی کی ہے، اگرچہ یہ پہلو ایسا ہے کہ موجودہ حالت کو پوری طرح قابلِ اطمینان نہیں کہا جا سکتا۔ تحریکِ اسلامی اُس سے زیادہ ایثار کی متقاضی ہے جتنا کہ اب تک ہم کر سکے ہیں۔

اجتماعات کا نظم قائم رکھنے اور اپنے آپ کو نظم کی حدود کا پابند بنائے رکھنے کے لحاظ سے بھی ہمارے رفقا پہلے سے زیادہ ترقی کر چکے ہیں۔ اب بار بار اسکی ضرورت پیش نہیں آتی کہ پابندئ نظم کیلئے لاؤڈ اسپیکر سے ہدایات دی جائیں یا قدم قدم پر باہم ایک دوسرے کو ٹوکنا پڑے۔ ارکان تو ارکان ہیں، اب ہمارے ہمدرد اور متفق تک جن میں ان پڑھ دیہاتی بھی شامل ہوتے ہیں اجتماعات کے مختلف شعبوں کے متعلق یہ جانتے ہیں کہ نظم کے تقاضے کیا ہیں اور ان تقاضوں کو بدل و جان پورا کرتے ہیں۔

ان اجتماعات میں جماعت اسلامی کی طرف سے جو دعوت ہم اپنی قوم کو دینا چاہتے تھے بحمداللہ کہ وہ بہترین اسلوب سے پہنچا دی گئی ہے اور ہمارے رفقا اور عام سامعین اس کے گہرے اثرات لے کر اجتماعات سے رخصت ہوتے ہیں۔

ہماری مرکزی دعوت خدا کے دین کی طرف تھی۔ اس اصولی دعوت کو پیش کرتے ہوئے یہ حقیقت پوری طرح واضح کی گئی کہ خدا کی ہدایت ہی وہ ہدایت ہے اور نظامِ اسلامی ہی وہ نظامِ زندگی ہے جس کی پابندی کرنے میں ساری نوعِ انسانی اور خصوصاً ملتِ پاکستان کی فلاح و بہبود مضمر ہے۔ اس اصولی دعوت کو پیش کرتے ہوئے پاکستان کے استحکام، اسکے دفاع اور اندرونی اور بیرونی خطرات سے

اس کے بجائے، ہندوستانی مسلمانوں کی مظلومیت، کشمیر پر انڈین یونین کے تسلط، حکومت اور عوام میں تعاون، صوبائی تعصبات، معاشی ناہمواریوں وغیرہ مسائل وقت کے بارے میں یہ واضح کیا گیا کہ ان سارے مسائل کا اصل حل خدا اور رسول کی اطاعت اور نظامِ اسلامی کا قیام ہے۔ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ ہم اس دعوت کے لئے جو سیدھا سادہ استدلال کر سکے ہیں، اُس کے ذریعے سُننے والے متاثر (CONVINCE) ہوئے ہیں۔

دین کی اصولی دعوت کے ساتھ ساتھ جماعت اسلامی کے مقصد اور طریق کار کی وضاحت کی گئی۔ مخالفینِ جماعت کی غلط فہمیوں کو صاف کرنے کیلئے عوام الناس کو یہ بتایا گیا کہ جماعت کا مقصد حکومت الٰہیہ یعنی نظام اسلامی کو عملاً قائم کر دینے کے سوا کچھ نہیں، اور اس مقصد کے لیئے وہ اسلام کے بتلاتے ہوئے جمہوری اور بااخلاق طریقوں سے ایک پُرامن انقلاب پیدا کرنا چاہتی ہے۔

اسی ضمن میں یہ واضح کیا گیا کہ جماعت جب قوم کو دعوت دینے کے ساتھ ساتھ اپنے اربابِ اقتدار کو مخاطب کر کے یہ کہتی ہے کہ :-

ان الدین عند اللّٰہ الاسلام	اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی دین برحق ہے۔

اور

اُدخلوا فی السّلم کافۃ	پورے کے پورے اسلام میں آؤ

اور

یا یھا الذین اٰمنو لِمَ تقولون مالا تفعلون	اے ایمان والو! وہ کچھ کہتے کیوں ہو جسے کرتے نہیں۔

تو ہمارے حکمران بھائی اس دعوت سے چڑتے ہیں اور تشدد پر اُتر آتے ہیں اسکی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان کے کچھ مفاد ہیں اور ان کی کچھ عادات ہیں جن سے دست بردا

ہوئے بغیر اسلام کو عملاً اختیار کرنا ممکن نہیں، اور ان مفاد اور عادات کو چھوڑنے پر یہ حضرات تیار نہیں ہیں۔ یہ اصل بناء نزاع ہے، جسے مختلف حیلوں اور بہانوں میں لپیٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔

تیسری بات جو ان اجتماعات کے ذریعے عوام الناس کے ذہن نشین کرائی گئی وہ یہ تھی کہ قرارداد مقاصد کو ہماری موجودہ قیادت نے عوام کے دباؤ سے مجبور ہو کر پاس تو کر دیا لیکن وہ اپنے بولے ہوئے بولوں پر ایک پورے سال میں نہ صرف یہ کہ کوئی مثبت عمل نہ کر سکی، بلکہ الٹا اُس نے اپنے قول کو اپنے عمل سے پامال کرنے کی کوشش کی ہے۔ تبدیلی کے لئے تدریج ناگزیر ہے۔ لیکن کم سے کم سمت تو معین ہو چکی تھی اور اب جو قدم اٹھتا وہ قرارداد مقاصد کے تقاضوں کے مطابق صحیح سمت میں اٹھنا چاہیئے تھا لیکن بخلاف اسکے ہماری قیادت نظام زندگی کی گاڑیوں کو پوری تیز رفتاری سے قرارداد مقاصد کی مخالف سمت میں دوڑاتے چلی جا رہی ہے۔ جس تدریج سے کام ہو رہا ہے وہ بالکل اُلٹی تدریج ہے۔

اس سلسلے میں قرارداد مقاصد کے ایک ایک تقاضے کی وضاحت کرنے کے بعد ملک کے حکمرانوں کے عمل کا تفصیلی تجزیہ کر کے عوام کو مطلع کیا گیا کہ ہر تقاضے کی خلاف ورزیاں کرنے میں ہماری موجودہ قیادت کتنی سرگرم ہے۔ قرارداد مقاصد کو عمل میں لانے کے لیئے موجودہ قیادت کے نااہل ہونے کے بارے میں ایک جامع استغاثہ تھا جو ٹھوس دلائل کے ساتھ مرتب کر کے ملت کے سامنے رکھ دیا گیا۔ اس استغاثہ کو پیش کرتے ہوتے پوری دردمندی کے ساتھ قوم سے خطاب کیا گیا کہ اگر ہمارے حکمران بھائی قرارداد مقاصد پر خلوص سے عمل پیرا ہوتے تو ہم ان کی رکاب تھام کر چلنے میں فخر محسوس کرتے۔ لیکن یہ ہمارے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ قرارداد مقاصد کی تخریب

(SABOTAGE) میں سرگرم عمل ہوں اور پاکستان کے عین مقصدِ وجود کے لئے خطرہ بن رہے ہوں تو بھی ہم ان کی قیادت پر ایمان و اعتماد کو بحال رکھیں۔ حالات ایسی جگہ آپہنچے ہیں کہ ہمارے سامنے "اسلام یا موجودہ قیادت" کا دوٹوک سوال پیدا ہوگیا ہے۔ اب ہم پاکستان کی فلاح اور بہبود اور اسلام کی بقا کے لئے اس بات پر مجبور ہیں کہ انتخابات منعقد کرانے کے لئے زور دیں اور انتخابات کے ذریعے انقلابِ قیادت برپا کر دکھائیں۔

چوتھی بات جو عوام کے سامنے رکھی گئی وہ یہ تھی کہ صالح قیادت ہمیشہ صالح سوسائٹی میں سے نمودار ہوا کرتی ہے۔ اور صالح سوسائٹی کے بل پر ہی وہ قائم رہ سکتی ہے۔ لہٰذا ہمارے عوام کو اپنی اصلاح پر متوجہ ہونا چاہیئے۔ اس سلسلے میں اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ جو لوگ اسلام کو برسرِ اقتدار دیکھنا چاہتے ہیں وہ اپنے آپ کو جماعت اسلامی کے ساتھ ارکان، ہمدردوں یا متفقین کی صفوں میں منظم کریں۔

(پانچویں دعوت جو دی گئی وہ آئندہ انتخابات میں ووٹ کی مقدس امانت کو صحیح طریق سے استعمال کرنے کی دعوت تھی۔ اس دعوت کو پیش کرتے ہوئے صالح قیادت کے اوصاف اور اس کے لئے اسلامی معیار کو پورے دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا علاوہ بریں عوام کو انتخابات کے اسلامی اصولوں سے آگاہ کیا گیا۔ اور انہیں ان اصولوں کی پابندی کی تلقین کی گئی۔)

چھٹی حقیقت جو واضح کی گئی وہ جماعت اسلامی کے تین قابلِ احترام افراد کی نظر بندی کے متعلق تھی۔ ہر اجتماع میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا امین احسن اصلاحی اور میاں طفیل محمد صاحب کے بارے میں پبلک کو پوری طرح آگاہ کر دیا گیا کہ یہ حضرات اسلامی نظام کی علمبرداری کے سوا کسی اور جرم کے مجرم نہ تھے، اور ان کے خلاف سیفٹی ایکٹ جیسا ناپاک حربہ استعمال کرتے ہوئے ہمارے حکمرانوں نے جس غیر دیانت دارانہ پروپگنڈے کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے وہ جھوٹ اور افترا کے ایک طوفان کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر اجتماع میں جماعت نے حکومت کو کھلے الفاظ میں چیلنج کیا کہ ہمارے نظر بند رفقا کے خلاف اگر حکومت اپنے عائد کردہ الزامات کیلئے کوئی دلائل رکھتی ہے تو وہ اپنے دلائل کو کسی عدالت میں، دیانتدار علما کی کسی مجلس خاص

میں پریس میں یا کسی عام جلسہ میں پیش کرے اور دوسری طرف وہ جماعت اسلامی کے محترم نظر بندوں کو جواب میں صفائی پیش کرنے کا مساویانہ موقع دے ـــــــــ اور اگر ان میں سے کوئی صورت قابل قبول نہ ہو تو پھر دیانتداری کی راہ صرف ایک ہے: یہ کہ حکومت اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور ہمارے محترم رفقاء کو رہا کردے۔

ساتویں چیز عوام کے سامنے یہ رکھی گئی کہ آپکو حکومت کے سابق پروپیگنڈے کا تجربہ ہو چکا ہے کہ کس طرح ساحرانہ ہتھکنڈوں سے آپ کے ذہنوں کو جماعت کے متعلق مسموم کرنے کی کوششیں کی گئی تھیں، لیکن آہستہ آہستہ اصل حقیقت آشکارا ہو کے رہی، پس اب اس تجربہ کے پیش نظر آپ آئندہ کیلئے خبردار رہیں اور اگر جماعت کے خلاف پروپیگنڈے کی کوئی نئی لہر اٹھائی جائے جس کے آثار نمودار ہو رہے ہیں تو آپ آسانی سے "حکمران کی ساحری" کا شکار نہ ہوں۔ خصوصیت سے آجکل حکمران طبقہ پروپیگنڈے کا نیا طوفان اٹھانے کے لئے یہ شوشہ چھوڑنے پر اُتر آیا ہے کہ جماعت اسلامی انڈونیشیا کی دارالاسلام پارٹی سے مماثلت رکھتی ہے اور مسلح انقلاب چاہتی ہے۔ لیکن آپ آگاہ رہیں کہ جماعت قول و فعل کے دوگونہ لحاظ سے اس قسم کے گھناؤنے الزامات سے پوری طرح بری ہے۔

یہ تھے اس دعوت کے مختلف اجزاء جنہیں ملت تک پہنچانے کے لئے حلقہ وار اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں اور الحمدللہ کہ یہ دعوت عوام کے دماغوں کو ہی نہیں، دلوں کو بھی برابر متاثر کر رہی ہے۔

اِن اجتماعات تک جماعت کے کارکنوں نے جو کام کیا ہے اور خود ان اجتماعات میں جو کام ہوا ہے، اس سے عوام کے اندر کس طرح کے اثرات نمودار ہو رہے ہیں۔ ان کا جو سرسری اندازہ کیا جا سکا ہے، اس کے بارے میں چند جملے سپرد قلم کئے جا رہے ہیں۔ حسب ذیل تاثرات کو خاص طور پر محسوس کیا گیا۔

(۱) جماعت کے خلاف حکومت کا پروپیگنڈہ پوری طرح شکست کھاچکا ہے اور اب جماعت کی مخالفت کرنے والے عناصر دم توڑ چکے ہیں۔ ان اجتماعات میں مخالفانہ سوالات، اعتراضات اور غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کی کوئی مثال سامنے نہیں آئی۔ بلکہ اب جماعت کے لئے ایک ہمہ گیر جذبۂ ہمدردی کارفرما ہے اور ہر طرف جماعت کے لئے خیر مقدم پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مدظلہ کے دورہ ۱۹۴۸ء کے موقع پر عوام جس طرح جماعت کی طرف سے ذوق و شوق سے یکایک مائل ہوئے تھے، قریب قریب وہی حالت دوبارہ لوٹ آئی ہے۔ بیچ کے وقفے میں ہمارے ارباب اقتدار کے پروپیگنڈے کا جو اثر پڑا تھا وہ بالکل کالعدم ہوچکا ہے۔

جماعت کی طرف عوام کی رغبت نے اس بات کی پوری شہادت بہم پہنچا دی ہے۔ کہ اب سرکاری افسروں کے پروپیگنڈے کے لئے اگر کوئی میدان کار رہ گیا ہے تو وہ ان کے اپنے دفاتر ہیں، جہاں وہ جو کچھ چاہیں کہتے رہیں اور جس طرح کے سرکلر چاہیں، جاری کرتے رہیں۔

(۲) یہ محسوس کیا گیا ہے کہ پبلک میں جماعت کے حق میں ایک جذبۂ اعتراف موج زن ہے۔ لوگ سمجھ چکے ہیں کہ جماعت ملک کے پورے نظم و نسق میں کیا تبدیلیاں چاہتی ہے اور وہ مختلف مسائلِ حیات کو اسلامی اصولوں کے ذریعے کس نہج سے حل کرنے کا پروگرام پیش نظر رکھتی ہے۔ چنانچہ اسلامی نظام کے قیام کے بارے میں اب جماعت اسلامی ہی فطری طور پر پبلک کی ساری توقعات کا محور بنتی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عوام النّاس کے دلوں میں یہ اثر بھی پیدا ہوچکا ہے کہ اس جماعت کی تنقید ہمہ تن تعمیری اور مخلصانہ ہوتی ہے اور اسی وجہ سے کلمۂ حق کے بلند کرنے میں اس کے کارکنوں کو ذرّہ بھر باک نہیں ہوتا۔

(۳) ہمارے ذہین طبقے میں خصوصیت سے جماعت کا رسوخ بڑھ رہا ہے۔ اب وہ بات نہیں رہی کہ جماعت اسلامی کے کارکنوں کو مُلّا اور مولوی کہہ کر ٹال دیا جاتا ہو، بلکہ گذشتہ ایک

سال کی جدّ وجہد کے بعد جماعت کے بارے میں ذہین عناصر یہ بات محسوس کر چکے ہیں کہ یہ جماعت جس طرح اسلام کو کتاب وسنّت سے سمجھتی ہے، اسی طرح مسائل حاضرہ کو بھی جانتی ہے اور ان کا تجزیہ کرکے اُن کے لئے اسلامی حل بتا سکتی ہے۔ پھر ہمارے اجتماعات کے نظم اور ہماری تحریک کے منظم طریق کار نے بھی ملک کے ذہین عناصر کو مطمئن کر دیا ہے کہ یہ جذباتی ہنگامہ آرائی کرنے والے لوگ نہیں ہیں، بلکہ مسائل سیاست ومعیشت کا پورا شعور رکھتے ہوئے اسلامی نظام کے قیام کی دعوت دیتے ہیں۔

دوسری طرف مخلص علمائے دین بھی اب جماعت کو جزئی اور فروعی مسائل کی کسوٹی پر پرکھنے کے مقام سے بلند تر ہو کر اس کے عظیم الشان نصب العین کے لحاظ سے اس کی سرگرمیوں کا عالی ظرفی کے ساتھ جائزہ لے رہے ہیں۔ ان میں ایک بڑی تعداد ایسی ہے جس کی ہمدردیاں جماعت کے ساتھ ہیں اور بہت سے علماء ایسے بھی ہیں جو جماعت سے باہر رہتے ہوئے باوجود نظامِ اسلامی کے قیام کی جدّ وجہد میں عملاً اس کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔

رہا ہمارے عام لوگوں کا نقطۂ نظر، سو اس معاملے میں بھی حالات کا ارتقاء بے حد حوصلہ افزا ہے۔ مزدوروں اور کسانوں اور دوسرے غریب طبقوں کی طرف سے اب پاکستان کے مختلف حصّوں سے جماعت سے رہنمائی کا مطالبہ کیا جانے لگا ہے، اور جماعت اپنی بساط بھر اس مطالبے کے جواب میں اپنی خدمات پیش کر رہی ہے۔

(۴) موجودہ قیادت کے کارناموں پر جماعت اسلامی کے مخصوص سنجیدہ ومتوازن اسلوب کے ساتھ جو تعمیری تنقید اِن اجتماعات میں کی گئی ہے، اس کے بارے میں عوام کے احساسات ہر جگہ یہ تھے کہ ان کے چہرے پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔

"میں نے جانا کہ یہ بھی گویا میرے دل میں ہے۔"

جو بات جماعت اسلامی کے اسٹیج سے کہی گئی، اس کے بارے میں سننے والوں نے یہی سمجھا

کہ ٹھیک ان کے دلوں کی ترجمانی ہے جو کی جا رہی ہے۔

اور پھر، انقلاب قیادت کی دعوت پر پورے شرح صدر کے ساتھ عوام داعیان جماعت اسلامی کے ہمنوا تھے۔ کسی حلقے کے عوام کو ہم نے موجودہ ارباب اقتدار کا پرستار اور ان کی غلط کاریوں میں ان کا ہم نوا نہیں پایا، بلکہ یہ حقیقت ہر جگہ صاف صاف عیاں تھی کہ لوگ ایک قیادت صالحہ کی پیاس دلوں میں لئے ہوئے تھے اور جماعت اسلامی کے اجتماعات میں شریک ہونے کے بعد ان کی یہ پیاس اور زیادہ بڑھ چکی ہے۔

(د) جہاں تک نظر بند رفقاء کا تعلق ہے، اب عوام کو ان کے بارے میں کسی طرح کی غلط فہمی نہیں رہی۔ وہ حقیقتِ حال کو جان چکے ہیں، اور ہمیں کوئی فرد دورانِ سفر یا اجتماعات میں ایسا نہیں ملا جس نے ہمارے محترم نظر بند رفقاء کی نظر بندیوں کے جائز ہونے یا ان کے خلاف حکومت کے الزامات کے برحق ہونے کے بارے میں ایک لفظ بھی کہا ہو، بلکہ الٹا ہر ایک نے حکومت کی روش کو غلط قرار دیا اور بعض موقعوں پر حکومت کے طرزِ عمل کے مجرمانہ ہونے کے لئے سخت قسم کے الفاظ سننے میں آئے۔ جنہیں خود ہماری زبانیں کبھی نہیں کہہ سکتیں۔

اس معاملے میں عوامی جذبات و احساسات ایک ایسی حد کو پہنچ چکے ہیں کہ اگر جماعت اسلامی کی جگہ کوئی دوسری جماعت ہوتی جس نے اپنے آپ کو اسلامی حُدودِ اخلاق سے بے نیاز رکھا ہوتا، تو وہ پورے ملک میں ایک ہلڑ مچا کے دکھا سکتی تھی۔ لیکن ہم اس بات کو جاننے کے باوجود کہ ہمارے حکمران اسلامی اخلاق کے قدر دان نہیں ہیں اور وہ صرف ہلڑ بازی ہی سے اثر لینے کے عادی ہیں۔ ہم نے اپنے آپ کو بہرحال اسلام کے معیار پر قائم رکھنے کی کوشش کی ہے اور انتہائی مظلومیت کے موقف پر ہونے کے باوجود اپنے حکمرانوں پر ان کی غلطی واضح کرنے کے لئے صرف اتنے ہی پر اکتفا کیا ہے کہ رائے عامہ کو حکومت کے طرزِ عمل کے خلاف بیزاری اور جماعت کے حق میں ہمدردی کے موقف پر قائم کر دیا ہے۔

ایک شریف اور دیانتدار حکومت کے لئے رائے عامہ کا اس طرح یکسو ہو جانا اس بات کے لئے کافی ہوتا ہے کہ وہ اس کے مطابق اپنے طرز عمل کی اصلاح کرلے۔ اور اپنی ناجائز کارروائیوں کو جو پبلک کی نگاہ میں قدر کھو چکی ہوں، ترک کردے۔ لیکن اگر شرافت و دیانت کے تقاضاؤں کو کوئی حکومت نظرانداز کر کے ایک غلط مسلک کو جاری رکھنے کے لئے "راج ہٹ" پر اتر آئے تو اس کو سیدھے راستے پر ڈالنے کے لئے غیر اسلامی تحریکوں کے پاس تو جائز و ناجائز مختلف قسم کے طریقہ ہائے کار ہوتے ہیں لیکن اسلامی تحریک سنجیدگی اور صبر کے تقاضاؤں سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم صبر اور سنجیدگی ہی کے ذریعے بازی جیت سکیں۔

بہرحال ان تازہ اجتماعات سے کارکنانِ حکومت کو یہ اندازہ کرلینا چاہیئے کہ رائے عامہ اب کس کے ساتھ ہے: ——— مولانا مودودی اور ان کے رفقاء کو نظربند کرنے والوں کے ساتھ ہے یا وہ اُن نظربندوں کے ساتھ ہے؟

اس دوران میں ایک افسوسناک چیز سامنے آئی۔ یہ کوئی بالکل نیا انکشاف تو نہیں ہے لیکن بہرحال اس معاملے میں تازہ معلومات بہم پہنچی ہیں کہ پریس جماعت اسلامی کی خبروں کا بلیک آؤٹ کر رہا ہے۔

پریس شائد زیادہ قصوروار نہیں، بلکہ اسے مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ جماعت اسلامی کے وجود کا کوئی ثبوت پریس میں نہ آنے دے۔ یہ اسکیم اس لئے اختیار کی گئی ہے کہ اس طرح تحریک اسلامی کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

آپ غور کیجئے کہ بہاولپور، ملتان، کراچی اور راولپنڈی میں بہت بڑے بڑے اجتماعات منعقد ہوتے ہیں۔ یہ اجتماعات ایک ایسی منظم جماعت کے ہیں جس کا وجود اور جس کی سرگرمیاں پاکستان کی سیاسی فضا کا ایک اہم حصہ ہیں جس کے بعض کارکن پنجاب

میں اور بعض سرحد و میں قید و بند میں مبتلا ہیں، جو موجودہ قیادت کو بدلنے کیلئے ایک ناقابلِ فراموش جدّوجہد کر رہی ہے اور جس نے آئندہ انتخابات میں حصّہ لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ اس جماعت کے اجتماعات اور ان اجتماعات کی کارروائیوں میں کوئی خبری قدر (NEWS VALUE.) پریس کو نہیں ملتی۔ یقیناً جماعت کی خبروں کی ایک سیاسی اہمیّت ہے لیکن پریس کو جب ایک مقتدر طاقت سیفٹی ایکٹ اور سیفٹی آرڈیننس کے اسلحہ سے مسلّح ہو کر اس معاملے میں تنبیہ کرتی رہتی ہو کہ خبردار اس جماعت کا پروپیگنڈہ نہ کرنا۔ تو آخر ہمارے پریس کے کارکن کریں تو کیا کریں۔ ان میں سے بھلے لوگ اس صورتِ حالات کے باوجود آنکھ بچا کے دو چار سطروں کی خبر اِدھر اُدھر کسی نہ کسی کونے میں درج کر ہی دیتے ہیں اور ہم ان کی جرأت کی قدر کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ کرنا ان کے بس میں نہیں ہے، تا وقتیکہ ہمارے ملک میں شہری آزادیاں پوری طرح بحال نہ ہو جائیں۔

یہ کتنے عجیب حالات ہیں کہ کراچی میں بہت بڑے پیمانے کے جلسے ہوتے ہیں لیکن صرف ڈان میں ایک چار سطری خبر آجاتی ہے اور ملک کے باقی پریس کے لئے گویا کوئی واقعہ ہوتا ہی نہیں۔ ملتان میں بہت بڑی حاضری کے ساتھ جلسۂ عام ہوتا ہے اور ایک آدھ اخبار میں سرسری سی خبر درج ہو کے رہ جاتی ہے اور تین چار تقاریر میں سے صرف ایک جملہ چھانٹ کر درج کر دیا جاتا ہے جس سے پڑھنے والوں کے پلّے کچھ نہیں پڑتا۔ نیوز رپورٹرز نے بذریعہ تار جو رپورٹیں ہمارے اجتماعات کی پریس کو روانہ کی ہیں، بعض مقامات پر ان کی نقول ہم کو دکھائی گئی ہیں، لیکن خود ان رپورٹرز نے تعجب کا اظہار کیا ہے کہ جماعت اسلامی کی جو خبریں ہم بھیجتے ہیں وہ شائع نہیں ہوتیں۔

خود حکومت کے ریڈیو کو لیجئے، جماعت کی ان ساری سرگرمیوں کے بارے میں کبھی ایک حرف تک ریڈیو سے بطور خبر کے نشر نہیں ہوتا، جیسے جماعت اسلامی نام کی کوئی جماعت

ملک میں موجود نہیں ہے اور وہ کوئی ایسا کام نہیں کر رہی جس کی خبر بیان کی جا سکتی ہو۔ یہ دراصل "شتر مرغ" کی پالیسی ہے کہ اپنی آنکھیں بند کر لو اور پھر یہ سمجھ لو کہ کوئی موجود ہے ہی نہیں۔

یہ ایک موجود اور بڑھتی اور پھیلتی ہوئی شے کے وجود کو نظر انداز کرنے کی کوشش، دیکھئے کہاں تک جاری رہتی ہے؟

ان اجتماعات کے ذریعے رفقائے جماعت کو جو پروگرام سپرد کیا گیا ہے اس کے اہم پہلو یہ ہیں:۔

(۱) تہذیب بالغاں کے کام پر زیادہ توجہ دی جائے، کیونکہ عوام کی تربیت، تنظیم، اصلاح اخلاق اور اُنکے سیاسی شعور وفہم کے لئے یہی بہترین ذریعہ ہے۔

(۲) آئندہ انتخابات کے لئے عوام کو اسلام کی صحیح رہنمائی بہم پہنچائی جائے اور صالح افراد کے انتخاب کے لئے انہیں ایک عزمِ صمیم پر قائم کر دینے کے لئے زیادہ سے زیادہ جدّوجہد کی جائے۔

(۳) جماعت کے حلقۂ ہمدردان اور حلقۂ متفقین کی توسیع کا کام زیادہ سے زیادہ محنت سے کیا جائے۔

(۴) مزدوروں اور کارخانہ داروں، کسانوں اور زمینداروں کو طبقاتی کش مکش سے ہٹا کر اسلامی عدل کے اُصولوں پر قائم کرنے کے لئے منظم طریق سے دعوت دی جائے اور جہاں حالات سازگار ہوں، ان کی تنظیمیں قائم کر دی جائیں۔ ملازمین حکومت کو بھی حقوق طلبی کے لئے کمیونسٹ زاویہ نگاہ سے ہٹ کر اسلامی اُصولوں پر منظم ہونے کی دعوت دی جائے۔

ہم جہاں تک اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے ہیں، اس کے لئے اللہ کا ہزار ہزار شُکر ادا کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اسی کی عنایات کے طفیل ہوا ہے۔ اور اب جو عزائم لے کے